بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انٹر نیشنل

ISSN2754267

دسمبر ۲۰۲۵ء

۱۰ جمادی الآخر تا ۱۱ رجب ۱۴۴۷ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا (فرمانِ مسیح موعود بحوالہ کتاب نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدعی نبُوت نہیں مجدّد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیر

چیف ایڈیٹر فضل حق،

اسٹنٹ ایڈیٹر لورڈ شاہد عزیز

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	از	صفحہ نمبر
۱	کلام امام	(ایام الصلح)	۲
۲	درس قرآن	حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	۴
۳	حجیّت ختم نبوت	قاری غلام رسول صاحب	۷
۴	مولانا عبدالحق ودیارتھی	از: انتخاب ابو عباد	۹

سالانہ دعائیہ کا مدعا

اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سر گرمی اختیار کریں۔۔۔دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبائعین محض للہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں میرے دیکھنے میں مبایعین کو فائدہ ہے مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور فقط دین کو چاہتا ہے سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے۔(شہادت القرآن)

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-۱۹۳۰ تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰-۲۰۱۰ Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ - انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ GroupPure Discussions WhatsApp

عیدین - انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمد

(قسط ۳۹)

مُرتب ارشد علوی مرحوم

(نوٹ: ایام الصلح کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے پہلے صفحہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے دستخط موجود ہیں۔ یہ کتاب ہمارے پاس مرکز میں اصل حالت میں موجود ہے۔)

قولہ۔ براہین احمدیہ کا بقیہ نہیں چھاپتے۔

اقول۔ اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قرآن شریف بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کے تئیس برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی تو اس میں کونسا حرج ہوا۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ بطور پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا گیا تھا تو ایسا خیال کرنا بھی حمق اور ناواقفی کے باعث ہوگا۔ کیونکہ اکثر براہین آحمدیہ کا حصہ مفت تقسیم کیا گیا ہے اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لی گئی ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جن سے دس روپے لئے گئے ہوں اور جن سے پچیس روپے لئے گئے وہ صرف چند آدمی ہیں۔ پھر باوجود اس قیمت کے جو ان حصص براہین احمدیہ کے مقابل پر جو مطبع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے ہیں کچھ بہت نہیں ہے بلکہ عین موزوں ہے اعتراض کرنا سراسر کمینگی اور سفاہت ہے لیکن پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق کے شور و غوغا کا خیال کر کے دو مرتبہ اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے حوالے کرے اور اپنی قیمت لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں بھیج دیں اور قیمت واپس لے لی اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا مگر پھر بھی ہم نے قیمت دیدی۔ اور کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی ناز برداری کرنا نہیں چاہتے اور ہر ایک وقت قیمت واپس دینے پر تیار ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا شکر

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ "اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔"

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴. بمطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَااِلٰہَ اِلَّااللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: اور "اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا تعالیٰ نے ہم کو فراغت بخشی۔ مگر پھر بھی اب مجدداً ہم یہ چند سطور بطور اشتہار لکھتے ہیں کہ اگر اب بھی کوئی ایسا خریدار چھپا ہوا موجود ہے کہ جو غائبانہ براہین کی توقف کی شکایت رکھتا ہے تو وہ فی الفور ہماری کتابیں بھیج دے ہم اس کی قیمت جو کچھ اس کی تحریر سے ثابت ہو گی اس کی طرف روانہ کر دیں گے۔ اور اگر کوئی باوجود ہمارے ان اشتہارات کے اب بھی اعتراض کرنے سے باز نہ آوے تو اس کا حساب خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور شہزادہ صاحب یہ تو جواب دیں کہ انہوں نے کونسی کتاب ہم سے خریدی اور ہم نے اب تک وہ کتاب پوری نہ دی اور نہ قیمت واپس کی۔ یہ کس قدر ناخدا ترسی ہے کہ بعض پُر کینہ مُلاّنوں کی زبانی بے تحقیق اس بات کو سننا اور پھر اس کو بطور اعتراض پیش کر دینا۔

قولہ۔ گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں۔

اقول۔ یہ خوشامد نہیں ہے یہ وہ حق ہے جو ہر ایک نمک حلال رعیّت کو ادا کرنا چاہیے بیشک گورنمنٹ برطانیہ کا ہم پر ایک حق عظیم ہے کہ ہم نے ان کے زیر سایہ آکر ہزاروں آفتوں سے امن پایا۔ صد ہا طرح کے ہمیں اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے فوائد حاصل ہوئے۔ پھر یہ بدذاتی ہو گی کہ اس قدر احسانات دیکھ کر سرکشی کے مادہ کو اپنے دل میں رکھیں۔

قولہ۔ راولپنڈی والا بزرگ وہمی اور بزدل ہے اس لئے اس کے حق میں پیشگوئی کر دی۔

اقول۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اگر وہ بزرگ بزدل ہوتا تو مردِ میدان بن کر ہزاروں کے مخالف ہو کر ہماری تصدیق کیوں کرتا۔ آج کل ہماری طرف اخلاص کے ساتھ آنا گویا آگ پر قدم رکھنا ہے۔ پس یہ ہمت کسی بزدل کا کام نہیں ہے بلکہ بہادروں اور پہلوانوں کا کام ہے۔ ماسوا اس کے خود بزرگ موصوف کو الہام ہوا اور اس نے خدا کا نشان دیکھا اس لئے اس نے راستبازوں کی طرح حق کو قبول کیا۔ افسوس یہ زمانہ کیسا نابکار زمانہ ہے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے اور حق کو قبول کرتے اور خدا کے نشانوں کو دیکھ کر سچائی کی طرف دوڑتے ہیں ان کا نام بزدل رکھا جاتا ہے اور ان کو بدی سے یاد کیا جاتا ہے اور جو لوگ درحقیقت بُزدل ہیں اور مُردار دنیا کے لئے حق کی طرف نہیں آتے تا دنیا داروں کی زبان سے آزار نہ اٹھاویں وہ اپنے تئیں بہادر سمجھتے ہیں۔

یہ تمام جوابات ان اعتراضات کا جواب ہیں جو شہزادہ عبد المجید خان صاحب نے شہزادہ والا گوہر صاحب کی کتاب سے انتخاب کر کے اس خط میں لکھے ہیں جو ہماری طرف بھیجا ہے جس کو ہم نے ان اعتراضات سے پہلے چھاپ دیا ہے (ص ۱۷۵)۔ وہ اصل خط ہمارے پاس موجود ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ شہزادہ عبد المجید خان صاحب نے وہی لکھا ہے جو شہزادہ والا گوہر صاحب کی کتاب میں دیکھا ہے یا ان کے منہ سے سنا ہے۔ گو شہزادہ والا گوہر صاحب کی کتاب اب تک ہمارے پاس نہیں پہنچی مگر وہ انہی خرافات سے پُر ہے کیونکہ شہزادہ عبد المجید خان صاحب ان کے قریبی رشتہ دار اور اوّل درجہ کے خیر خواہ اور دوست ہیں اور بذاتِ خود نیک چلن اور راست گو اور متّقی آدمی ہیں۔ ممکن نہیں کہ انہوں نے ایک حرف بھی بطور مبالغہ لکھا ہو۔ میری دانست میں ہرگز مناسب نہ تھا کہ شہزادہ والا گوہر صاحب ایسی بیہودہ کتاب تالیف کر کے ناحق اپنی پردہ دری کراتے۔ شہزادگی امر دیگر ہے مگر شہزادہ والا گوہر صاحب علمِ حدیث اور قرآن اور دوسرے علوم سے بے نصیب اور بے بہرہ ہیں ان کو خواہ نخواہ دخل در معقول مناسب نہ تھا۔ چاہئیے کہ اوّل وہ قرآن شریف اور احادیث کو کسی استاد سے غور سے پڑھیں اور تاریخِ اسلام سے حصہ وافر حاصل کریں اور عیسائیوں کی کتابوں کو بھی غور سے دیکھیں اور پھر اگر فرائض نوکری سے فرصت ہو تو ہمارا رد لکھیں۔ ایسی قابل شرم اور بیہودہ کتاب جلا دینے اور تلف کر دینے کے لائق ہے۔ بہتر ہو کہ وہ اب بھی اس نصیحت پر کاربند ہو جائیں اور ہرگز اس کو شائع نہ کریں اور اندر ہی اندر ضایع کر دیں۔ آئندہ وہ اپنے مصالح کو آپ خوب سمجھتے ہیں۔

بالآخر میں ناظرین کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس کتاب کو سرسری نظر سے نہ دیکھیں۔ میں نے ان کو وہ پیغام پہنچایا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ملا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ میں نے سب پر حجت پوری کر دی ہے۔ نیک نہاد اور زیرک انسان اس بات کو جانتے ہیں کہ ابتداء سے نبیوں اور رسولوں اور تمام مامورین کا یہی طریق رہا ہے کہ وہ تین طور سے خلق اللہ پر حجت پوری کرتے رہے ہیں۔ ایک نصوص سے دوسرے عقل سے، تیسرے تائیداتِ آسمانی سے، سو میں نے بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ان ہی تینوں طریقوں سے حُجت کو پورا کر دیا ہے چنانچہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے میں نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت (ص ۱۷۶) عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور جس آخر الزماں کے امام کی خبر دی گئی ہے وہ اسی امت میں سے ہے۔ میں نے حدیثوں کے رو سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ مسیح اور مہدی جو آنے والا ہے۔ عیسائی سلطنت کے وقت میں اس کا آنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر کسی

اوروقت میں آوے تو پھر پیشگوئی یکسر الصلیب کیونکر پوری ہوگی۔ میں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ مسیح موعود کا یاجوج ماجوج کے وقت میں آنا ضروری ہے اور چونکہ اجیج آگ کو کہتے ہیں جس سے یاجوج ماجوج کا لفظ مشتق ہے اس لئے جیسا کہ خدا نے مجھے سمجھایا ہے یاجوج ماجوج وہ قوم ہے جو تمام قوموں سے زیادہ دنیا میں آگ سے کام لینے میں استاد بلکہ اس کام کی مُوجد ہے اور ان ناموں میں یہ اشارہ ہے کہ ان کے جہاز ان کی ریلیں ان کی کلیں آگ کے ذریعہ سے چلیں گی اور ان کی لڑائیاں آگ کے ساتھ ہوں گی اور وہ آگ سے خدمت لینے کے فن میں تمام دنیا کی قوموں سے فائق ہوں گے اور اسی وجہ سے وہ یاجوج ماجوج کہلائیں گے سو وہ یورپ کی قومیں ہیں جو آگ کے فنوں میں ایسے ماہر اور چابک اور یکتائے روزگار ہیں کہ کچھ بھی ضروری نہیں کہ اس میں زیادہ بیان کیا جائے۔ پہلی کتابوں میں بھی جو بنی اسرائیلی کے نبیوں کو دی گئیں، یورپ کے لوگوں کو ہی یاجوج ماجوج ٹھہرایا ہے بلکہ ماسکو کا نام بھی لکھا ہے جو قدیم پایہ تخت روس تھا۔ سو مقرر ہو چکا تھا کہ مسیح موعود یاجوج ماجوج کے وقت میں ظاہر ہوگا۔ اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح کے زمانہ میں اونٹوں کی سواری اور بار برداری ترک کی جائے گی اس قول میں یہ اشارہ تھا کہ کوئی ایسی سواری ظاہر ہوگی جس سے اونٹوں کی حاجت نہیں رہے گی۔ میں نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کے روسے ایک ایسے انسان کا آخری زمانہ میں آنا ضروری تھا جو برکات عیسویہ اور برکات محمدیہ کا جامع ہو اور اسی کے یہ دو نام احمد مہدی اور عیسیٰ مسیح ہیں۔ غرض میں نے نصوص کے روسے خدا تعالیٰ کی حُجت اس زمانہ کے لوگوں پر پوری کر دی ہے۔ ایسا ہی عقل کے رو سے بھی میں نے حجت کو پورا کیا ہے۔ اس بات کے لکھنے کی چنداں حاجت نہیں کہ جس پہلو پر خدا تعالیٰ نے ہمیں قائم کیا ہے اسی پہلو کی عقل بھی مصدق ہے اور عقل کے پاس اس بات کا (ص۱۷۷) کوئی نمونہ نہیں کہ انسان فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آسمان سے اتر آئے۔ ایسا ہی میں نے آسمانی تائیدوں اور غیبی نشانوں سے اپنا سچا ہونا ثابت کیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جو انسان کی طاقت سے باہر ہے جس طرح کوئی آمنے سامنے کھڑے ہو کر دشمن کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ نے میری تائید میں کیا ہے جس قطعی اور یقینی طور پر آپ لوگوں نے نشان دیکھے یہ نمونہ نبوت کے زمانہ کے بعد کبھی کسی کی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ خدا نے کھلے کھلے طور پر اپنا زورِ بازو دکھلایا اور بہت سے نشان غیب گوئی اور قدرت نمائی کے دکھلائے۔ شریر اور مفسد اور ناپاک طبع چاہتے ہیں کہ خدا کے ان نشانوں کو خاک میں ملا دیں۔ مگر خدا ان نشانوں کو قوموں میں پھیلائے گا اور ان کے ساتھ اور نشان ملائے گا وہ وقت آتا ہے بلکہ آ چکا کہ جو لوگ آسمانی نشانوں سے جو خدا تعالیٰ اپنے بندے کی معرفت ظاہر کر رہا ہے منکر ہیں بہت شرمندہ ہوں گے اور تمام تاویلیں ان کی ختم ہو جائیں گی ان کو کوئی گریز کی جگہ نہیں رہے گی۔ تب وہ جو سعادت سے کوئی مخفی حصہ رکھتے ہیں وہ حصہ جوش میں آئے گا وہ سوچیں گے کہ یہ کیا سبب ہے کہ ہر ایک بات میں ہم مغلوب ہیں۔ نصوص کے ساتھ ہم مقابلہ نہیں کر سکے عقل ہماری کچھ مدد نہیں کرتی۔ آسمانی تائید ہمارے شامل حال نہیں تب وہ پوشیدہ طور پر دعا کریں گے اور خدا تعالیٰ کی رحمت ان کو ضائع ہونے سے بچا لے گی قبل اس کے جو وہ زمانہ آوے خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دیدی ہے کہ بہت سے اس جماعت میں سے ہیں جو ابھی اس جماعت سے باہر اور خدا کے علم میں اس جماعت میں داخل ہیں۔ بار بار ان لوگوں کی نسبت یہ الہام ہوا ہے۔ یخرون سجدا، ربنا اغفرلنا انا کنا خاطئین (سورۃ یوسف ۱۲-۹۷) یعنی سجدہ میں گریں گے کہ اے ہمارے خدا ہمیں بخش کیونکہ ہم خطا پر تھے۔

اب میں اس کتاب کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ۔ آمین

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیان یکم جنوری ۱۸۹۹ء

(جاری ہے۔) (فہرست۔مضامین)

درس قرآن کریم

حضرت امیر ڈاکٹر عبد الکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

"اللہ تمہیں عدل اور احسان اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو، جب تم عہد کر لو اور قسموں کو ان کے پکّا کرنے کے بعد مت توڑو اور تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن کر چکے ہو، اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو"۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہو رہی ہے اور ہمیں یہ تاکید کی جا رہی ہے کہ اس نصیحت کو یاد رکھنا ہے یہ ایسی نصیحت نہیں جو اس درسگاہ کے باہر جاتے ہی ہم بھول جائیں اس کو یاد رکھنا ہے۔ اور دوسری آیت کا جو

مضمون ہے وہ کچھ ہماری اس جماعت کی وابستگی کے متعلق بھی ہے اور اس عہد کے ساتھ بھی ہے جو ہمیں شمولیت اختیار کرنے کے وقت لینا ہوتا ہے۔ اور پھر جب ہم پر آزمائشیں آجاتی ہیں تو ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ یقین اگر ہم پیدا کرلیں تو پھر یہ قسمیں یہ وعدے پکے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسی مجبوری نہ لائے کہ لوگ اس کو توڑیں۔

ہم شرائط بیعت کو دوہراتے رہیں اور اپنے آپ کو ان کی روشنی میں اپنی روحانی حالتوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ اپنے اپنے گریبانوں کے اندر جھانکتے ہوئے ہم یہ بتاتے رہیں کہ اس چیز میں ابھی بھی کمزوری ہے۔ اس کو ہم نے بہتر کرنا ہے اور یہ ذاتی جائزہ ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ انسان خود تہیہ کرلیتا ہے کہ وہ کس حد تک تقویٰ اختیار کئے ہوئے ہے۔

جن آیات کو میں نے پڑھا اور آج کا مضمون بنایا ہے۔ کل سردار علی خان صاحب نے بھی پڑھیں اور کہا کہ اگر ہم قرآن کی اس نصیحت کو تھام لیں تو ہم کامیاب ہوجائیں گے۔

یہ آیت اتنی اہم ہے جس کو آپ کہہ سکتے ہیں کہ پورے قرآن کریم کی تعلیم کا نچوڑ ہے جو آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ نے پیش کیا ہے۔ اس لئے اس کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ جس چیز پر عمل کرنا ہو اس کو سمجھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ بغیر سمجھے آپ عمل نہیں کرسکتے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم کی سب سے جامع آیت ہے۔ اور جیسے آپ سب جانتے ہیں کہ سورۃ التین میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو حالتیں بیان فرمائیں ہیں۔ ایک انسان کی ظاہری حالت ہے کہ صرف انسان ہی ہے جو سوچتا ہے، بولتا ہے، فیصلے کرتا ہے اور یہاں تک فیصلے کرتا ہے کہ اکثر میں آکر خدا تک کو بھی نعوذ باللہ برا بھلا کہنے میں شرم محسوس نہیں کرتا۔ ایسے اگر نہ ہوتا تو ہمارے مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ کو یہ لوگ گالیاں کیوں دیتے رہتے۔ اور جب آپ کو گالی ملتی تو آپ اس کے بدلے میں دعا دیتے۔ ہمیں بھی ان کے اعلیٰ نمونہ پر اور تعلیم پر عمل کرنا چاہیے کہ:

گالیاں سُن کر دعا دو
پا کر دُکھ آرام دو

یہی چیز میں نے U.N.O میں کہی جب مجھے موقع ملا کہ ہمارے زمانے کے امام نے Peace (امن) کا یہ فارمولا بنادیا کہ گالیاں سن کر دعا دو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان ”احسن تقویم“ کا مالک ہے۔ اس کے علم نے اس کو کہاں سے کہاں تک پہنچادیا، اس کی طاقت نے اس سے کیا کیا کروا دیا لیکن آگے فرمایا کہ پھر ہم نے اس کو ذلیل سے ذلیل حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ جہاں پھل پکتا رہتا ہے وہاں سڑتا بھی ہے، جہاں جسم پلتا رہتا ہے وہاں اس نے کسی دن لوٹ کر ضعف کی طرف بھی جانا ہوتا ہے۔ لیکن قرآن کی تعلیم کے پہلو صرف Physical (جسمانی حالت) کے نہیں ہوتے اس میں روحانیت کا بھی بہت بڑا عنصر ہے۔ بلکہ سراپا روحانیت ہی روحانیت ہے۔ اس لئے ہم انسان کے روحانی عروج اور اس کے روحانی زوال کی بھی بات کرتے ہیں۔ اور یہ جو احسن تقویم ہے وہ ہمیں نفس مطمئنہ تک لے جاتا ہے اور جب ہم اسفل سافلین کی طرف جھکاؤ کرلیتے ہیں تو وہ ہمیں دوبارہ نفس امارہ میں دھکیل دیتا ہے جہاں ہم شیطان کے دوست بن جاتے ہیں بجائے اس کے کہ ہم خدا کے اولیاء بنیں۔ اور انسان ایسی گہرائیوں میں ایسے اندھیروں میں گرسکتا ہے اور وہ نفس جو ہم نے مطمعنہ بنانا ہوتا ہے وہ زوال کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

اور یہ وہ آیت ہے جس کو میں نے آج کے درس کا مضمون بنایا ہے۔ یہ وہ طاقت ہے جو آپ کو آگے بڑھا کر نفس متمعنہ کی طرف لے جائے گا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر اولیاء اللہ پہنچتے ہیں اور اس میں ان چیزوں کی نشاندہی ہے کہ ایسے کروگے تو ترقی کروگے۔ اور اگر اس کے برعکس کروگے تو اونچے مقام سے پستی کی طرف پھسل جاؤگے۔

انسان کا وجود ایسا ہے کہ جہاں اس کو اللہ کی طرف سے آزادی دی گئی کہ وہ اس کو اپنی مرضی سے استعمال کرے۔ اچھا یا بُرا عمل کرکے۔ مثال کے طور پر انسان کا ہر عضو (آپ کی زبان، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ) جہاں اچھائی کے لئے استعمال ہوتے ہیں وہاں بُرائی بھی انہی کے ذریعہ سرزد ہوتی ہے۔ اچھائیوں پر چلتے جائیں تو ہم آگے بڑھتے جائیں گے اور برائیوں پر چلتے جائیں گے تو ہم برائیوں کی طرف بڑھتے جائیں گے۔ اور یہی ہمارا راستہ متعین کرے گا۔

اچھائی اور بُرائی کی تین حالتیں

اچھائی کی تین حالتیں کیا ہیں؟ ایک العدل جس کو ہم کہتے ہیں انصاف کرنا، اور ایک الاحسان ہے یعنی دوسرے لوگوں کے ساتھ اچھائی کرنا، اور ایک ایتای ذی القربیٰ ہے یعنی قریبیوں کو دینا۔ ان تینوں پر عمل کرکے ہم اپنی منزل پائیں گے لیکن اگر ہم دوسرا راستہ اختیار کریں گے یعنی الفحشاء (بے حیائی) المنکر (برائی) البغی (زیادتی) تو ہم روحانی طور پر زوال پذیر ہوں گے۔

اگر دنیا میں امارہ نہ ہوتا؟

حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں امارہ نہ ہوتا تو دنیا میں تمام چوریاں، ڈاکے، زیادتیاں، قتل ختم ہو جاتے۔ لیکن ہماری جماعت نے جو سوچنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے تو اس برائی کے راستہ سے خاص کر بچنا ہے۔ ہمارا نصب العین تقویٰ کی طرف جانا ہے۔ اور کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت فرمائی ہے اس کو ہم نے غور سے سننا ہے۔ اگر ماں باپ نصیحت کریں تو وہ انسان ہونے کی حیثیت سے غلط مشورہ بھی دے سکتے ہیں جس سے ان کو اور ان کی اولاد کو نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب اللہ یہ نصیحت کر رہا ہے تو اس میں غلطی کا امکان قطعاً نہیں۔ اس لئے ہمیں اس پر عمل کرنا ہے اور ہر لفظ پر عمل کرنا ہے اور عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو تین تین اچھائیوں اور برائیوں کا ذکر کیا ہے۔ ہم ان کے مفہوم سے بخوبی واقف ہوں۔

العدل: اس کو ہم ''انصاف'' یعنی دونوں طرف پلڑا برابر رکھنا کہتے ہیں۔ سزا اتنی ہی ملے جتنی سزا ملنی چاہیے اور اجر اتنا ہی ملے جتنا اجر ملنا چاہیے۔ اس کو دنیا کے ہر مذہب میں اہمیت دی جاتی ہے اور اسے (Golden Rule) یعنی ''سنہری اصول'' کہا جاتا ہے۔ اوروں کے ساتھ وہ کرو جو اپنے اوپر کرنا تم پسند کرتے ہو۔ ہر دین میں یہی ہے اور ہمیں رسول کریم صلعم نے فرمادیا ''اس وقت تک تم مومن کہلا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنے بھائی کے لئے وہ نہ پسند کرو جو اپنے آپ کے لئے پسند کرتے ہو'' اور عدل کے کچھ اور معنی بھی ہیں جن کو ہم نے سوچنا ہے کہ ہم عدل لوگوں کے ساتھ کریں اور اپنے آپ کو بھول جائیں تو یہ بھی انصاف نہیں۔ ہم اللہ کے حقوق ادا کرتے رہیں اور بندوں کے حقوق بھول جائیں یہ عدل نہیں ہے۔ سب سے پہلا حق عدل کا ہمارے اپنے نفسوں پر بنتا ہے جب ہم اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہیں، اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں اور دوسروں پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں تو یہ بھی بے انصافی بن جاتی ہے۔ دوسرا عدل کا پہلو یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نیک خوبیاں ہیں یعنی اسماء حسنہ ہیں ان کو اپنانا اپنے نفس کے ساتھ عدل ہوگا۔ وہ اگر رحم کرتا ہے تو ہم رحم کرنا سیکھیں، وہ معاف کرتا ہے تو ہم معاف کرنا سیکھیں۔ تیسری چیز جو ہے وہ ہمارا خالق ہے وہ ہمارا مالک ہے اس کے بھی حقوق ہیں جن کو ہم نہ بھولیں۔ ان کو ہم تب نہیں بھولیں گے جب اس کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کرتے رہیں گے۔

حضرت مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم تھوڑا سا عوض دے کر چوکیدار رکھ لیتے ہیں تو ہم اس سے توقع کرتے ہیں کہ وہ ساری رات ہماری حفاظت کے لئے نہ سوئے اور اگر ہم اس کو سوتا پالیں تو فوراً اس کی نوکری ختم کر دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: کہ ہمیں سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جس نے ہمیں سب کچھ دیا ہوا ہے اس کے عوض ہم اس کی بارگاہ میں کتنی دیر رات کو جاگ کر حاضری دیتے ہیں؟ عدل تو یہ ہوا کہ ہم راتوں کو اٹھ کر اللہ کے سامنے حاضری دیں اور فجر کی نماز بھی ادا کریں۔ یہ ہی عدل ہے کہ بے حساب دینے والے کا ہم اٹھ کر اسکے شکر گذار بندے بنیں۔

احسان: دوسری چیز احسان ہے یعنی ''اچھائی کرنا'' اچھائی دوسروں کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سے جو اچھائی کرے۔ اس سے بڑھ کر اچھائی کرنا عدل کا تقاضا ہے۔ ہمارے ذمہ کسی کی چیز ہے تو احسان ہو گا کہ ہم اس کو بڑھا کر لوٹائیں۔ لیکن احسان میں دکھاوا آجانے کے بہت امکانات ہوتے ہیں۔ کسی کے سامنے ہم زیادہ بھی دینے کو تیار ہو جاتے ہیں تاکہ ہماری واہ واہ ہو جائے۔

رسول کریم صلعم نے جو احسان کا تصور بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ''تم ایسے نماز ادا کرو جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو'' اللہ کا نظر آنا وہ روحانی کیفیت ہے کہ اپنی مکمل توجہ اس کی طرف کرلیں۔ اور جو ہم پڑھ رہے ہیں اس کو سمجھ کر کہیں۔ تو پھر اللہ کی خوبیاں اس کا حُسن روحانی طور پر نظر آتا ہے۔ تو اس کا حُسن ہم پر ایسے واپس آئے گا جیسے شیشہ پر روشنی پڑے تو واپس لوٹ کر آجاتی ہے۔ اس لئے خدا کو دیکھنا نماز میں بہت ضروری ہے۔ لیکن ہم یہ کبھی مت بھولیں کہ اگر ہم اس حالت کو نہیں پاسکے تو یہ تصور رہے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

دنیا کے اسباب نظر میں نہ رکھو اور جانیں کہ ایاک نعبد وایاک نستعین کہتے وقت کہ ''میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں'' اور یہ جو باہر کے وسائل ہیں ان پر ہماری نظر نہیں ہے۔

کسی کو درگذر کر دینا، کسی کو معاف کر دینا یہ بھی احسان ہے۔ ہمارا حق ہے کہ ہم اس کو معاف نہ کریں لیکن اگر ہم نے معاف کر دیا تو یہ ہم نے احسان کر دیا۔ اور جب نمازوں کے بعد ہم بیٹھ کر نوافل پڑھ رہے ہوتے ہیں تو یہ بھی احسان میں آجاتا ہے۔ اور کسی کو معاف کرنے کا فارمولا مسیح موعودؑ نے بتایا ہے کہ:

''گالیاں سن کر دعا دو، پا کر دکھ آرام دو''

ایتای ذی القربی (نزدیکیوں کو دینا) لوگوں کو دینا، قریبیوں کو دینا، وہ تو قرآن نے تفصیلاً بتادیا ہے کہ اللہ کی راہ میں کس پر کتنا خرچ کیا جاسکتا ہے۔ آپ

یہ سوچیں کہ مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ سے بہتر روحانی تعلیم کون دے سکتا ہے اور وہ یہ فرماتے ہیں کہ انسان کو جیسے اپنے قریبی خاص کر بچے جتنے عزیز ہوتے ہیں اس سے زیادہ اور کوئی چیز عزیز نہیں ہو سکتی۔ لیکن حضرت صاحب نے اس بچے کی مثال ''ازالہ اوہام'' میں دی کہ وہ بچہ جو ماں کو پیارا ہے۔ اگر بادشاہ کہے کہ تم میری سلطنت لے لو، میرا مال لے لو لیکن جب تمہارا بچہ روئے تو تم نے اس کو دودھ نہیں دینا، اس کو اپنی نظروں سے بیٹھ کر مرتا دیکھنا ہے تو کوئی ماں یہ سودا قبول نہیں کرے گی۔ یہ مثال محبت کی حضرت صاحب نے دی ہے جو قیمتاً ادا نہیں ہو سکتی۔ وہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اس طرح محبت دو جیسے کہ آپ اپنے قریبیوں کو دے رہے ہو۔ اگر ہم خدا کو وہ محبت دینے لگیں جو ماں اپنے بچے کو دے رہی ہے تو پھر ہم نے ایک سٹیج آگے ترقی کر لی۔ اور اس محبت کو ''کشتی نوح'' کے صفحہ نمبر ۲۸ پر یوں بتایا ہے کہ ایسا انسان ایتائی ذی القربی کے نزدیک آتا ہے جس کی عبادت نہ تو جنت کی طمع سے ہو اور نہ دوزخ کے ڈر سے بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ جنت ہے ہی نہیں، دوزخ ہے ہی نہیں۔ پھر بھی اس کا جوش محبت اور اطاعت میں فرق نہ آوے۔ اگر ہمیں آج کوئی آکر بتا دیتا ہے کہ جنت نہیں ہے تو پھر ہم کیا نیکیاں چھوڑ دیں گے؟ کہ جنت تو ملنی نہیں۔ یا دوزخ کی سزا تو ملنی نہیں۔ اگر ہم نہ ڈریں تو پھر کیا ہم نیکیاں کرنا چھوڑ دیں گے؟ لیکن جب ہماری محبت اللہ کو دینے والی محبت بن جائے گی تو پھر ہمیں فرق نہیں پڑتا ہے کہ سزا ملنی ہے یا انعام ملنا ہے ہم نے تو اللہ کی راہ میں لگے رہنا ہے۔ اور اسی کو قرآن نے یوں فرمایا ہے ''کہہ دو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور تمہارے مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کا مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور مکان جن کو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔ (سورۃ التوبہ ۹:۲۴)

وقت کی کمی کی وجہ سے میں آخر میں یہ بتا دیتا ہوں کہ جن چیزوں سے منع کیا ہے وہ ہیں ''الفحشاء''، ''المنکر'' اور ''البغی'' یہ تین چیزیں ہیں ان کا آپ نتیجہ دیکھیں کہ دنیا میں جہاں پر ''الفحشاء''، ''المنکر'' اور ''البغی'' آتی ہے تو کیا کیا نقصانات ہو جاتے ہیں، ''الفحشاء'' کو اگر ہم دیکھیں تو یہ وہ گناہ ہیں جن کا اثر صرف ہماری اپنی ذات پر پڑتا ہے اور کسی کو فرق نہیں پڑتا۔ ہم گناہ کرتے جاتے ہیں جو ہمیں معلوم ہیں تو وہ ہم اپنی ہی ذات کو نقصان دے رہے ہیں۔ پھر آجاتا ہے ''المنکر'' جس سے دوسروں کے حقوق پر اثر پڑتا ہے۔ اور اس سے آگے ہے ''البغی'' یہ وہ سٹیج ہے جس سے قوموں کو نقصان ہو جاتا ہے۔

دعا

اللہ تعالیٰ اس درس قرآن کریم پر مجھے اور آپ سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرف سے ہر گھڑی حفاظت عطا فرمائے اور ہمیں اس مقصد کو آگے بڑھانے میں مدد عطا فرمائے جس کے لئے ہماری یہ جماعت قائم ہے، اللہ تعالیٰ اس جماعت کے آگے تمام جو روکاوٹیں ہیں ان کو دور فرمائے، اللہ تعالیٰ اس جماعت کی اس ملک میں اور تمام دنیا میں حفاظت فرمائے۔ اور سب کو ہدایت کی راہ عطا فرمائے۔ آمین ۔ (فہرست ــ مضامین)

ہفدہم قسط:

جحیّت ختم نبوت بجواب ''آخری نبی''

احمدیوں کی الگ پہچان

از: قاری غلام رسول

جحیّت ختم نبوت بجواب ''آخری نبی'' کی چند اقساط مزید شائع کی جارہی ہیں۔ (ادارہ)

خالد صاحب نے اپنی کتاب 'آخری نبی' کے صفحہ ۱۵۶ پر ایک عنوان سجایا ہے 'قادیانیوں کی مسلمانوں سے الگ پہچان' اور اس کے بعد اڑھائی صفحات پر جماعت احمدیہ کے حوالے سے کچھ خود ساختہ نشانیاں لکھی ہیں ہمیں یہ علامات پڑھ کر ایک پرانی کتاب یاد آگئی جو آج سے تقریباً ۳۰ برس پہلے نظر سے گزری تھی۔ کتاب کا نام تھا 'وہابی دیوبندی کی نشانی رسول اللہ کی زبانی' مصنف کا نام تھا علامہ فیض احمد اویسی بہاولپوری۔ ہم آخری نبی کے مصنف کو مشورہ دیں گے کہ اگر کہیں سے وہ کتاب مل جائے تو ضرور مطالعہ فرمائیں۔ آپ نے تو مظلوم احمدیوں کے خود ساختہ نشانیاں بیان کی ہیں لیکن مذکورہ کتاب میں آپ جیسے فسادی گروہوں اور خارجیوں کی نشانیاں رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہیں۔ اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ خارجیوں اور وہابیوں کا ٹولہ نام نہاد جہاد کے نام پر مسلمانوں پر شرک و کفر کے فتوے لگا کر ان کو قتل کرے گا اور کافروں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے درپے ہوگا۔ اس میں پہلے گستاخ

رسول ذوالخویصرہ سے ماضی قریب کے آپ کے نام نہاد شیخ الہند اور امام الہند اور تمام کانگریسی مولویوں اور مخالفین پاکستان نجدیوں اور وہابیوں کا حلیہ اور سورہ منافقون کی روشنی میں ان کی جسامت بھی بیان کر دی گئی ہے حتیٰ کہ ان دشمنان اسلام و پاکستان کے گنجے سر اور ننگے سر موٹی گردنوں چہرے بگاڑنے والی لمبی داڑھیوں اور حلق سے نیچے نہ اترنے والی قرآن خوانیوں اور طویل نمازوں کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ آپ کے پسندیدہ مفسرین صاحبان تفہیم القران اور احسن البیان اور تدبر القران والوں کا اصل چہرہ بھی آپ کو اس میں مل جائے گا۔ حتیٰ کہ سعودی ریال کے بل بوتے پر عرب ممالک کی بادشاہت اور پاکستان میں جمہوریت کی تائید میں دلائل دینے والے بازی گروں کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے۔ قرآن جو کتاب ہدایت ہے اس کو سیاسی کتاب بنا کر مختلف ممالک میں فساد پھیلانے والے نام نہاد جہادیوں کا گھنونا کردار بھی اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر میں جب سے وہابیت کی بلا نازل ہوئی ہے مسلمان مسلسل انتشار کا شکار ہیں۔ الا ماشاءاللہ، ان کا سکون غارت ہو گیا ہے وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور اب کچھ عرصہ سے ان فساد پھیلانے والوں مزید دو گروہ حیاتی و مماتی کے نام پر وجود میں آ گئے ہیں۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے ایک مجدد اور امام کو حاکم عادل بنا کر بھیجا لیکن لوگوں نے اسے کافر قرار دے کر اپنے کفر پر مہر ثبت کر دی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا یہود و نصاریٰ میں ۷۲ فرقے تھے میری امت میں ۷۳ ہوں گے اور ایک کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے۔ ان ۷۲ فرقوں نے ایک کو کافر قرار دے کر احمدیوں کی صداقت ثابت کر دی ہے۔ حضرت مرزا صاحب مجدد و مبعوث من اللہ اور مامور من اللہ ہیں اور ان ۷۲ فرقوں کی خدا سے جنگ ہے اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔ (بخاری شریف)

مختلف اہل علم نے ۷۲ فرقوں والی حدیث کی تشریح اپنے انداز میں کی ہے لیکن درحقیقت یہ ایک پیش گوئی تھی جو اس دن پوری ہوئی جب ایک فاسق فاجر اسمبلی نے احمدیوں کو کافر قرار دیا۔ اب ۷۲ ایک طرف ہیں اور حضرت امام وقت کی جماعت ایک طرف ہے۔ ابھی ہم اصحاب کہف کی صورت میں ہیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرما رہا ہے اور وہ کتنی قدرتوں والا ہے کہ ہماری کروٹیں بدل رہا ہے اور فسادیوں سے ہماری حفاظت فرما رہا ہے اور ان کی تپش اور حرارت سے ہمیں محفوظ رکھنے کے لیے سورج کو ادھر ادھر کر دیتا ہے اور ان کتوں سے ہماری حفاظت کا کام لے رہا ہے جن کا خدا فوت ہو چکا ہے۔ یہ حق ہے کہ وہ موسیٰ کو فرعون کے گھر میں رکھ کر موسیٰ کی پرورش کر سکتا ہے۔ آج ہم بے بس اور بے کس مظلوم ہیں لیکن وقت آنے والا ہے کہ لوگ کہیں گے۔ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا سابقہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا ان کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ ہمیں یقین ہے سورج مغرب سے طلوع ہو گا اور آفتاب اسلام سے بلند ہو گا اور رسول کی یہ پیش گوئی بھی پوری ہو کر رہے گی انشاء اللہ۔ قران مجید میں ارشاد ہے:-

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک قوم لائے گا وہ ان سے محبت رکھے گا اور وہ اس سے محبت رکھیں گے مومنوں کے سامنے نرم، کافروں کے مقابلہ میں غالب، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے اس کو دے اور اللہ فراغی والا جاننے والا ہے۔ (المائدہ: ۵۴)

معاشرے میں فساد کرنے والوں دین دشمنوں امن کو تباہ کرنے والوں نام نہاد جہادیوں اور اسلام کے روحانی و اخلاقی غلبہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں دین کو غلط رنگ میں پیش کر کے اسلام کو بدنام کرنے والوں اور دین کے سچے خادموں کو قتل کرنے والوں کی ایک علامت حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے آر پار ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ میں حقیر تصور کرو گے (بخاری شریف) ہمارا خیال ہے کہ مصور پاکستان علامہ اقبالؒ نے اشاعت اسلام میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں اور ان ان خارجی باغیوں اور ملحدوں کی یہ علامات احدیث میں ملاحظہ فرما کر یہی کہا تھا

دین کافر فکر و تدبیر جہاد
دین ملا فی سبیل اللہ فساد

اگر خالد صاحب مزید تسلی چاہیں اور ان علامات کا پوری طرح اپنے پر انطباق و اطلاق نہ کر سکیں تو ہم ایک اور کتاب کی طرف رہنمائی کر دیتے ہیں کتاب کا نام ہے 'شرح حدیث نجد' اور مصنف کا نام مفتی ظہور احمد جلالی لکھا ہے۔ مصنف

کے بقول یہ کتاب ابھی تک جواب طلب ہے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یقین ہے کہ آخری نبی کے مصنف کو اپنے گروہ کی تاریخی پہچان ہاتھ آجائے گی۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

(فہرست—مضامین)

سنسکرت سکالر

حضرت مولیٰنا عبد الحق ودیارتھی مرحوم و مغفور

از: انتخاب ابو عباد

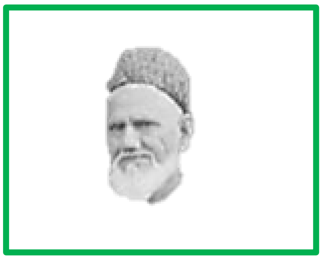

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتداء میں برصغیر ہندو پاک مختلف مذاہب کا دنگل بنا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زندگی بھی مناظروں اور مباحثوں میں صرف ہوئی اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جیسا کہ غیر احمدی حضرات نے بھی اسے برملا تسلیم کیا ہے، حضرت مسیح موعودؑ دین اسلام کے ایک فتح نصیب جرنیل تھے۔ جن کے مباحث اور تصانیف کے سامنے جملہ مذاہب کی زبانیں گنگ اور قلمیں ٹوٹ چکی تھیں ایسے ”سلطان القلم‘ کے ایک عظیم الشان شاگرد مولانا عبد الحق ودیارتھی نکلے جو میدان مناظرہ میں ایک فتح نصیب پہلوان ثابت ہوئے۔ واقعات سے ثابت ہے کہ جس کسی میدان مناظرہ میں مولانا عبد الحق ودیارتھی کی موجودگی ہوتی وہاں یا تو مقابل مناظرہ پنڈت یا پادری کسی رقیق عذر کے تحت کنی کترا جاتے یا پھر عبرتناک شکست کھاتے۔

مولانا عبد الحق مرحوم نے سنسکرت زبان کی تعلیم کسی مدرسہ یا ادارہ میں نہ پائی تھی بلکہ محض اپنے فطرتی ملکہ زباندانی کے تحت اپنی ذاتی کاوش، و کوشش سے اس زبان پر اعلیٰ و کامل عبور حاصل کر لیا کہ بیشتر پنڈت صاحبان جنہوں نے عمر بھر اس زبان کے حصول میں اپنی سعی کو لگایا اپنے آپ کو مقابلہ کرنے کے قابل نہ پاتے تھے۔

برصغیر پاک و ہند میں مولانا عبد الحق واحد مسلمان تھے جن کے بارہ میں سنسکرت کے عالم و فاضل پنڈتوں کو اقرار تھا کہ وہ ان کی مذہبی زبان اور ان کے ویدوں کے الہامات پر کماحقہ عبور حاصل کر چکے تھے۔

لاکھوں کے اجتماع میں بلا تکلف ویدوں کے ماہر پنڈتوں کے روبرو وید کے منتر پڑھ کر ان کا ترجمہ و تفسیر کرنا ایک ایسا حیرت انگیز منظر تھا کہ بڑے بڑے وِدوان پنڈت حیرت میں ڈوب جاتے تھے اور مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ پاتے۔

پنڈت رام چندر ایک مشہور عالم و مناظر تھے جو قرآن کریم بھی پڑھنا اور مطالب بیان کرنا جانتے تھے۔ مگر عبد الحق مرحوم کے علم و فضل اور سنسکرت میں ویدوں کے مفہوم پر عبور سے اس قدر مرعوب تھے کہ جب کہیں یہ سن لیتے کہ مولانا عبد الحق مرحوم میدان مناظرہ میں آگئے ہیں تو کسی عذر سے پہلو تہی کر جاتے۔ انگریزی اور سنسکرت پر عبور کے علاوہ مولانا عبد الحق عبرانی اور سریانی زبانوں میں بھی مہارت رکھتے تھے اور ان زبانوں میں مذہبی علوم سے واقف تھے۔ اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ان چند انسانوں میں سے تھے جنہیں قدرت نے زباندانی کا خاص ملکہ عطا کیا ہوتا ہے وہ ہفت یا ہشت زبان کہلاتے تھے۔

بیسویں صدی کی تیسری دہائی (۱۹۲۰ء تا ۱۹۳۰ء) کا ذکر ہے کہ آریہ سماج میں ایک شخص جس نے اپنا نام ”رام مورتی“ رکھا۔ جسمانی توانائی کے حیرت انگیز کرتب دکھلانے کا مدعی کھڑا ہوا تو اس کے مقابل اہل اسلام میں سے ایک ”اسلام مورتی“ کھڑا ہو گیا جس کا نام نامی ڈاکٹر عصمت اللہ مرحوم تھا اور اس نے ”رام مورتی“ کا مقابلہ کر کے اس رنگ میں اہل اسلام کی برتری کا حق ادا کیا تو علمی میدان میں ودیارتھی صاحب دنگل مناظرہ کے ایسے کامیاب اور منفرد انسان تھے کہ شدھی اور سنگھٹن کے زوروں کے ایام میں جب مولانا عبد الحق صاحب سے جملہ پنڈت شکست کھا چکے تھے اور ان کے نام سے لرزتے تھے، جمعیتہ العلماء ہند کے صدر مولیٰنا کفایت اللہ صاحب نے باوجود احمدیت کے مخالفانہ تعصب کے حضرت مولیٰنا محمد علی مرحوم امیر جماعت احمدیہ لاہور سے درخواست کی کہ وہ مولیٰنا ودیارتھی کی خدمات انہیں دے دیں تو امیر جماعت احمدیہ لاہور نے کیا ہی برجستہ و موزوں جواب دیا کہ ہمارے پاس بھی صرف ایک مولوی عبد الحق ہیں۔ اگر دو مولوی عبد الحق ہمارے پاس ہوتے تو ایک آپ کو دے دیتے۔

یہ عجیب تضاد نظر آئے گا کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے تو دیگر

مناظروں اور مباحثوں کی طرح اس غرض کے ماتحت ڈالی تھی تا کہ حق جو اور منصف مزاج دین حق اور باطل عقائد میں فرق معلوم کرلیں۔ لیکن شدھی کی تحریک کی غرض چونکہ حقائق حق نہ تھی بلکہ اصل مقصد سیاسی برتری کا حصول تھا تا کہ کسی طرح جاہل و بے خبر مسلمانوں کو اپنی حکومت وطاقت کے رعب اور اکثریت کے غلبہ کے ڈر سے ورغلا کر ہندو بنالیا جائے۔

گویا احمدیہ تحریک نے جہاں اصل نصب العین ، صدق و راستی کی قبولیت اور اس کے لئے دنیاوی مفاد کی قربانی کو ضروری قرار دیا تھا ہندوؤں نے دین کی بجائے سیاسی غلبہ کے خوف سے مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا تھا۔ ایسے نازک وقتوں میں دین اسلام کا بول بالا اس برصغیر میں اگر کسی نے تن تنہا ثابت کر کے دکھلایا تو وہ مسلمہ و متفقہ طور پر ودیارتھی مرحوم تھے۔

حضرت مولانا عبد الحق کی زندگی کے واقعات سے یہ ثابت ہے کہ خدا خود آپ کی حفاظت کرتا تھا۔ چنانچہ ابتداء زندگی میں جب ۱۹۱۸ء میں ایک مہلک قسم کے انفلوانزا کی وباء اس ملک بلکہ کل عالم میں چل چکی تھی تو اس وقت مولانا صاحب کو بھی اس وباء کا حملہ ہوا۔[1] آپ نے کئی بار خود اس امر کا ذکر کیا کہ ہر چند مختلف ادویات استعمال کیں۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ، والا معاملہ تھا۔ حتی کہ جیسا کہ اس وقت ہر طرف موتا موتی کا عالم بپا تھا ، مولانا صاحب کو یہ بھی یقین ہو گیا کہ اب آپ جانبر نہ ہو سکیں گے تو پھر آپ نے ایسے نازک جان کنی کے وقتوں میں دعا کی کہ الہیٰ میں نے تو یہ زندگی تیرے دین کی خدمت کے لئے وقف کردی ہوئی ہے ۔ اگر تیرے حضور میں اسے شرف قبولیت حاصل ہے اور تو جانتا ہے کہ میری آئندہ زندگی سے خدمت دین کا حصول ہو گا تو تو اپنی رحمت و فضل سے مجھے شفا دے۔ مولانا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایسی حالت کشف میں آپ کو چند دیسی ادویات بتلائی گئیں جن میں سے ایک خوب کلاں بھی تھی چنانچہ وہ ادویات جب صبح اٹھ کر آپ نے استعمال کرنا شروع کیں تو ان سے انفلوانزا کا نام و نشان جاتا رہا اور آپ بالکل صحتیاب ہو گئے اور پھر آپ نے دونوں میدانوں یعنی میدان مناظرہ اور مباحثہ اور میدان تصنیف و ریسرچ میں اپنے ایسے کمال جوہر دکھائے جو مسلمہ طور پر بے نظیر ہیں۔

پھر ایسا ہی اپنی زندگی کی آخری منزل میں جب آپ امریکہ میں اپنی کتاب میثاق النبیین کی تکمیل اور اس کے انگریزی ترجمہ کی غرض سے گئے تھے آپ کو ایسی جان لیوا بیماری لاحق ہوئی کہ امریکن ہسپتال میں داخلہ کے باوجود

[1] حضرت مولانا کی پہلی اہلیہ اِس وبا میں وفات پاگئی تھیں۔

مرض کی تشخیص بھی نہ ہو پاتی تھی تو پھر آپ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور اس دعا کی قبولیت کا یہ کرشمہ ظاہر ہوا کہ ایک امریکن نرس کو القا ہوا کہ ہسپتال میں کوئی شخص عبد الحق نامی داخل ہے اور اسکے علاج کے لئے فلاں تیل مالش کارگر ہو گی ، تو یہ امریکن نرس اس القاء الہیٰ کے مطابق تلاش کرتی ہوئی آپ کے پاس آئی اور وہ آسمانی دوائی استعمال کی گئی جس کی نسبت اسے اشارہ ہوا تھا ، تو مولانا صاحب کو اس سے آرام آ گیا۔

اس موقعہ پر بھی آپ کے دل میں مزید زندہ رہنے کا خیال اس لئے پیدا ہوا کہ آپ کی کتاب Muhammad in World Scriptures ابھی زیر تکمیل تھی ۔ آپ کی زندگی کے یہ سچے و صحیح واقعات ثابت کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی مشکل حالات سے نجات کے سامان خود پیدا کرتا ہے۔ نیز یہ بھی کہ مولانا عبد الحق ودیارتھی کو خدا تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہوا تھا۔ اور جب تک آپ کی عظیم ریسرچ کا کام تکمیل پذیر نہیں ہوا تھا خدا تعالیٰ نے آپ کو زندگی اور صحت عطا فرمائی موت کے ایام سے قبل بھی آپ کو القاء ہوا تھا کہ اب حج کے لئے تیاری کرو۔ چنانچہ آپ کی وفات حج کے روز ہوئی۔

تخلیق انسان سے غرض ربی یہ ہے کہ اس کی فطرت میں جو اعلیٰ جوہر ودیعت کے گئے ہیں ، وہ تمام منصۂ شہود پر تکمیل پا جائیں ۔ فطرت انسانیہ میں قانون توریت کے مطابق مختلف افراد میں مختلف کمالات مرکوز کئے گئے ہیں ان کی تکمیل کے لئے سازگار ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ مولانا عبد الحق مرحوم و مغفور ودیارتھی میں تین جوہر مرکوز تھے زباندانی کا حور مختلف زبانوں کے حصول کی استعداد اور دوئم غور وفکر اور تحقیق و تفتیش کا حور اور سوئم استدلال و منطق کا جوہر۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب یہ پڑ گیا تھا "ودیارتھی"۔ جس کے معنی ہیں علوم سنسکرت اور وید کا عالم و فاضل[2]۔ چنانچہ آپ کو اکثر بجائے عبد الحق کے ودیارتھی صاحب کہا جاتا تھا۔

زباندانی کے علاوہ آپ میں فکر و غور اور تحقیق و ریسرچ کرنے کا مادہ بھی مرکوز تھا ، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ نے پرانی کتب مقدسہ کا گہرا مطالعہ فرما

[2] حضرت مولانا کے پہلے دورہ سرینام کے موقع پر سرینام کے مسلمانوں نے مولانا اور ایک ہندو پنڈت کے درمیان ایک مباحثہ کا انتظام کیا۔ پنڈت صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں ویدوں کا ایک شلوک پڑھا۔ جب حضرت مولانا کی باری آئی تو آپ نے پنڈت صاحب کی اصلاح کی۔ مولانا نے جب اپنی بات ختم کی تو پنڈت صاحب آکر مولانا کے قدموں میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے آپ بہت عظیم ہستی ہیں۔ میں آپ سے بحث نہیں کروں گا۔ پبلک میں یہ اعلان کرنے کے بعد پنڈت صاحب اُٹھ کر چلے گئے۔

کر یہ نادر ریسرچ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا کہ جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بعثت کے بارہ میں نہ صرف واضح پیشگوئیاں کی گئی ہیں بلکہ ان کتب میں وہ علامات اور ظہور پیغمبر آخر زمانؐ کی تمام نشانیاں بھی بتلادی گئی ہیں جن کا از روئے واقعات آنحضورؐ کی سیرت مبارکہ سے کلی تطابق ہوتا ہے۔ پھر مولانا عبد الحق مرحوم نے محض اپنی طرف سے یہ بیانات پیش نہیں کئے بلکہ ان کتب مقدسہ سنسکرت، عبرانی، سریانی کی عبارتیں پیش کی ہیں اور ان کی فوٹو کاپیاں اپنی بے نظیر تصنیف ''میثاق النبیین' میں شامل کر دی ہیں۔ یہ محنت طلب و مشقت آمیز کام ہے جس کے لئے آپ نے برطانیہ اور امریکہ کی جملہ متعلقہ لائبریریوں سے استفادہ کیا۔

قرآن کریم نے جملہ انبیاء عالم کی تصدیق کی نیز یہ بھی اعلان فرمایا کہ جملہ انبیاء عالم نے آنحضور صلعم کی بعثت کی خوشخبریاں دی تھیں اور اپنی امتوں سے آنحضورؐ پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا لیکن یہ سب مسلمان امور مسلمانوں کے لئے ایمان و صدق کا درجہ رکھتے تھے۔ اگر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کہاں ہیں وہ پیشگوئیاں جو مختلف مذاہب کے مقدس بانیوں نے آپ صلعم کے بارہ میں کہیں، کون سے الفاظ ہیں جن میں وہ کی گئیں؟ کیا علامات و نشانیاں نبی آخر زمان صلعم کی پہلوں نے بتلائیں اور وہ تمام کیسے اور کیونکر آنحضور صلعم کی ذات مقدس و مطہر زندگی میں پوری ہوئی؟ تو اس بارہ میں ایک مسلمان بجز اس کے کہہ سکتا تھا کہ ہم ان تمام پر ایمان لاتے ہیں لیکن ایمان لانا دگر بات ہے اور ایمانی امور کو حقائق کی روشنی میں ثابت کر دکھلانا ایک دیگر چیز ہے۔ علی وجہ البصیرت ایمان اور ایمانی و غیبی امور کا واقعات سے تطابق کر دکھلانا بالکل جدا بات ہے۔ پس میثاق النبیین کی آیت صادقہ سے تطابق کر کے دکھلانا یہ سعادت کبریٰ جس انسان کو حاصل ہوئی وہ مولٰنا عبد الحق ودیارتھی مرحوم و مغفور ہی تھے۔ صداقت قرآن کریم اور صداقت نبوت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ زبان و تعلیم جملہ انبیاء علیہم السلام یہ ایک ایسی اعلیٰ بین و مسکت دلیل مولٰنا عبد الحق نے مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

زباندانی اور تحقیق و تدقیق کے عالی جوہروں کے ساتھ مولٰنا عبد الحق میں قوت استدلال اور حاضر جوابی کے جواہر بھی تھے اور ان کے اظہار و کمال ترقی کا موقع مولٰنا صاحب کو اس وقت ملا جب آپ کو جوانی میں آریہ اور عیسائی مناظرین سے مقابلہ پیش آیا۔ یہ کہنا نہایت صحیح اور قطعاً مبالغہ آرائی سے بالاتر ہے کہ اہل اسلام کی طرف سے میدان مناظرہ میں مولٰنا عبد الحق ودیارتھی جیسا عظیم پہلوان میسر نہ آیا اور نہ ہی شاید آئندہ میسر آئے۔[۳]

مگر کتب کے مطالعہ سے اس شعبہ علم میں بھی قرآن حکیم کے نکات و معارف بیان کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ نے متعدد بار شہد کی مکھی اور رنگوں کے موجودہ سائنسی فلسفہ کو قرآن کریم کی آیات کے مطابق ثابت کر کے دکھلایا۔ اگر آپ کی تالیفات کو پڑھنا انہیں شائع کرنا بھی موجب ایمان ترقی ہے۔

ہر آن علم کے حصول میں مشغول و منہمک رہتے تھے۔ آپ کو زندگی کی دیگر دلچسپیوں سے قطعاً کوئی غرض نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ آپ نے مروجہ سائنس کی تعلیم نہ پائی یہ کہنا صحیح ہے کہ آپ کو کسی مدرسہ میں باقاعدہ تربیت حاصل کئے بغیر کئی زبانوں میں مہارت حاصل تھا۔ آپ کی تعلیم میٹرک تک تھی جس میں ایک طالب علم انگریزی زبان پر صرف ابتدائی واقفیت حاصل کرتا ہے لیکن آپ نے اپنی خداداد قابلیت اور مشق و توجہ سے اس زبان میں ایسی مہارت پیدا کرلی کہ ''میثاق النبیین'' ایسی دقیق کتاب کا انگریزی میں سلیس مفہوم کرنے کے لئے تین جلدیں تصنیف کر ڈالیں۔

اگر آپ کی اس عظیم کتاب ''میثاق النبیین'' کو اردو، انگریزی بلکہ دیگر زبانوں میں ترجمہ کر کے وسیع پیمانہ پر پھیلانے کا انتظام کریں تو کچھ تعجب نہ ہوگا کہ بہت سی صدق جویا روحیں اس کے مطالعہ سے ہی اسلام کی حقانیت کا اعلان کر دیں۔

زبوں حالی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دین اور اپنے رسول پاک مقبول صلعم سے دعوے محبت و عقیدت کا زبانی اظہار تو بہت کرنے کے عادی ہیں لیکن جب عملی اقدام اور ایثار و جانفشانی کا سوال ہو تو ہمارے قدم ٹھہر جاتے ہیں کسی اور قوم کے کسی شخص نے ایسی عظیم تصنیف شائع کی ہوتی جس میں ان کے پیغمبر اور کتاب کی صداقت کو جملہ کتب مقدسہ کے حوالوں سے ثابت کیا گیا جاتا تو یہ یقینی بات ہے کہ ایسی کتاب کو لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا جاتا اور درجنوں زبانوں میں اس کے تراجم ہو گئے ہوتے! مگر افسوس مسلمان اپنے دین و

---

[۳] حضرت مولانا صاحبِ کشف و الہام بھی تھے۔ جب اُن کی دوسری اہلیہ فوت ہوئیں تو وہ سرینام میں تھے۔ اُس زمانے میں سرینام سے پاکستان صرف سمندری ڈاک کا سلسہ تھا اور خط پہنچنے میں تین ماہ تک لگ جاتے تھے۔ وفات کے ایک ہفتہ بعد مولانا کا خط آیا کہ میں نے کشف دیکھا ہے کہ میری بیوی فوت ہو گئی ہے اور جنازہ کے موقع پر کچھ جھگڑا بھی ہوا ہے۔ آپ مجھے فوری اطلاع دیں کہ کیا یہ درست ہے؟ مرکز نے ووکنگ مشن فون کیا اور کہا کہ مولانا کو وفات کی اطلاع دی جائے۔ ووکنگ سے امام صاحب کے غالباً مولانا کو تار بھیجی اور وفات کی تصدیق کی۔

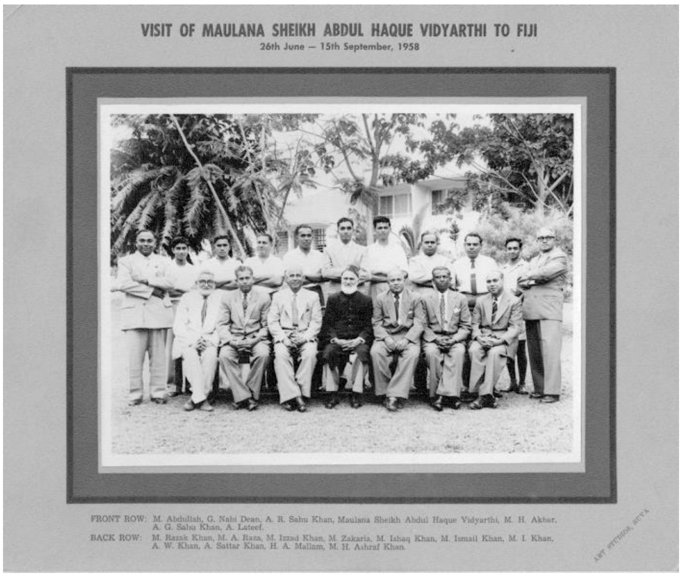

کتاب اور اپنے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے قیام کی اصل راہوں سے کس قدر دور و غافل پڑے ہوئے ہیں !کاش کوئی صاحب ایمان وثروت اس طرف توجہ کرے!![4]

یوں تو موت اس عالم آب وگل کی ہر شے کے لئے مقدر ہے لیکن جس طرح زندگی میں فرق ہوتا ہے اسی طرح موت میں فرق ہوتا ہے ۔انک میت وانھم میتون کبھی کبھی ایسی موت بھی واقعہ ہوتی ہے جو کسی فرد کی موت نہیں بلکہ بیمار انسانوں کی عمارت حیات اس سے متزلزل ہو جاتی ہے۔

مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۷۷ء تقریباً نو بجے رات حضرت مولانا عبد الحق ودیارتھی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کا جو سانحہ پیش آیا وہ بھی اسی قسم کا سانحہ تھا۔ان کی موت عالم اسلام کے ایک بے مثل عالم اور تحریک احمدیہ کے ایک صاحب بصیرت بزرگ کی موت تھی۔ احمدیت نے اسلام کی دعوت و تبلیغ کی صفوں میں جو بڑے بڑے آدمی پیدا کئے حضرت مولانا موصوف انہی بزرگوں میں سے ایک تھے۔[5] (فہرست — مضامین)

[4] کچھ عرصہ پہلے حضرت امیر، میں اور ڈاکٹر زاہد عزیز سرینام کے دورہ پر تھے۔ ہم بال کٹوانے ایک نائی کی دوکان میں گئے۔ وہاں میں نے دیوار پر ایک پُرانی تصویر لگی دیکھی۔ میں نے دوکاندار سے پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے؟ اُس نے کہا کہ نام تو مجھے معلوم نہیں لیکن میرے والد نے بتایا تھا کہ یہ ایک فرشتہ سرینام آیا تھا۔ جب تک یہ تصویر دوکان میں رہے گی ہمارے کاروبار میں برکت رہے گی۔ والد فوت ہو گئے لیکن میں نے یہ تصویر نہیں اُتاری۔ وہ تصویر حضرت مولانا عبدالحق کی تھی۔

[5] حضرت مسیح موعود کی عظمت اور مجدد اور مسیح موعود ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اُن کے پیروں میں صرف دیناوی لحاظ سے عالم نہ تھے بلکہ قران اُن کے دلوں اور روحوں میں بس چُکا تھا۔ قرآن فرماتا ہے کہ جس کے خلاف بھی ہو سچی گواہی دو۔ میں گواہ ہوں کہ حضرت مولانا نے اپنے عزیز ترین رشتہ داروں کے خلاف سچی گواہی دی۔ ایک مقدمہ میں جب فریق مخالف کے وکیل کو علم ہوا کہ مقدمہ میں فریق مخالف حضرت مولانا عبدالحق کے رشتہ دار ہیں تو اُس نے کہا کہ مولانا کو کہو کہ وہ بیان دیں کہ سچ کیا ہے۔ اور مولانا

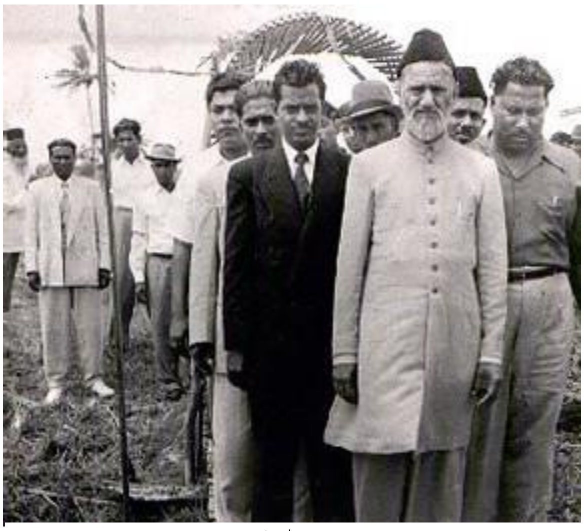

حضرت مولانا عبدالحق نیکری سرینام

دعوت شرکت سالانہ دعائیہ ۲۰۲۵

تمام احباب وخواتین جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ امسال مرکزی انجمن نے سالانہ دعائیہ کی تاریخیں ۲۵ تا ۲۸ دسمبر ۲۰۲۵ مقرر کی ہیں۔ سالانہ دعائیہ ہماری جماعت کی ایک نہایت بابرکت، روحانی اور ایمان افروز روایت ہے، جس میں ہم اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے، استغفار کرتے، اس کی رحمت و نصرت کے طلبگار بنتے اور اپنی ذاتی و جماعتی ضروریات کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اجتماعی دعا کی قبولیت کے بے شمار فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں، اور ایسے بابرکت مواقع انسان کے دل کو تقویت اور روح کو تازگی عطا کرتے ہیں۔ اس اجتماع کا مقصد نہ صرف روحانی تربیت ہے بلکہ جماعتی اتحاد، اخوت اور باہمی محبت کو بھی فروغ دینا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ دعائیہ میں ضرور شرکت فرمائیں، اور غیر از جماعت احباب و خواتین کو بھی اس بابرکت مجلس میں شامل ہونے کی دعوت دیں۔ براہِ کرم جلد از جلد دفتر انجمن کو اطلاع دیں کہ آپ کب اور کتنے افراد کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں تاکہ مناسب قیام وطعام کا بندوبست کیا جاسکے۔

شکیل ہمایوں, جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن لاہور (فہرست — مضامین)

نے سچی گواہی دی گو اِس سے اُن کے عزیزوں کو نقصان پہنچا۔ جب رشتہ داروں نے شکایت کی کہ آپ نے اپنوں کے خلاف گواہی دی تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ مسلمان ہونے کے رشتہ سے سب میرے ہیں اور میں یہ نہیں کر سکتا کہ ایک رشتہ دار کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایک دوسرے رشتہ دار کو نقصان پہنچاؤں۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد نے کیا کام کیا۔ اور ہم بھی صرف اُن کی تحریروں اور مباحث کو بیان کر کے بات ختم کر دیتے ہیں۔ حضرت صاحب کا سب سے عظیم کارنامہ یہ تھا کہ اپنی جماعت کے بیشتر لوگوں کے دِلوں میں یہ ایمان بھر دیا کہ کچھ بھی ہو جائے ہم نے قران کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ (حاشیہ جات شاہد عزیز)